بیان الحکمہ
تحقیقی مجلہ-6
http://bayan-ul-hikmah.salu.edu.pk

بیان الحکمہ [تحقیقی مجلّہ]
(2020ء)

تعمیر انسانیت میں قرآن کا کردار
(ایک تحقیقی مطالعہ)

*عطاء اللہ
**احتشام الحق

ABSTRACT: The Holy Quran is that last scripture of Allah Almighty that has been revealed for the guidance of the human beings. Prior of its revelation the mankind was indulged in the darkness of illiteracy, ignorance, barbarism, lawlessness and idolatry. But the Quran revealed them the wealth of knowledge and in the time the followers of this Great Book became mentors of the whole Ummah. In Arabia, mankind had lost their dignity before the Quran was sent. They lacked national unity. They considered it to be a binding of themselves to Quarrel with one another. The past religious teaching had been altered. The life of the poor had been made tough by the local Arab Tribal leaders. Allah almighty Showered by sending the Holy Quran in such circumstances. The Quran is such a code of life which is a sure Source of success if lead our lives according to its Teachings. The Root Cause of our Problems is our lack of knowledge about the Quranic Teachings. It is the need of Hour that the Teachings of the Quran should be extended so that the Muslim Youth should be able to build their character according to the Quranic principles.

KEY WORDS: Islam, Deen, Asnam Parasthi, waham Parasthi, Dunia

*پی ایچ ڈی سکالر AIOU
** پی ایچ ڈی سکالر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

تمہید

تمام تعریفیں اس خالق کائنات کے لیے جس نے ظلمت و تاریکی، جہالت ولا قانونیت، شرک وبت پرستی کے دور میں دنیا کی سب سے بڑی نعمت آخری کتاب قرآن مجید اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل فرما کر بن ی نوع انسان پر احسان عظی م فرمای ا۔ بن ی نوع انسان ک ی تاری خ م ی ں قرآن ای ک انقلاب آفری ن کتاب ہے، جس نے انسانیت کی تقدیر کو بدل کرر کھ دیا۔ جرائم کی آماجگاہ معاشرے اس کتاب کی وجہ سے رشد و ہدایت کے راستے پر آگئے۔ قرآن مجید کے نزول کے وقت جو تخریب کاری عرب کے معاشرے میں تھی، وہی تخریب کاری آج ہمارے معاشرے کا لازمی جزء بن گئی ہے۔ ایسے حالات میں تعمیر انسانیت کے لیے قرآن کے اس انقلاب آفرین نظریے کو پڑھنے کی ضرورت ہے تاکہ انسانیت کشی کا سلسلہ بند ہو اور بنی نوع انسان کو جینے کا حق ملے۔

نزول قرآن سے قبل انسانی زندگی

نزول قرآن سے قبل عرب وعجم کے معاشرے میں تاریکی کے بادل چھائے ہوئے تھے، قبائل شرک وبت پرستی کے کینسر سے مبہوت اور حواس باختہ تھے، ملی یکجہتی اور فکری وحدت کا فقدان تھا، تہذیب وثقافت روبہ زوال تھی، اسلامی تعلیمات تحریفات وتاویلات کے غبار سے گردآلود ہو چکی تھیں، جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون چلتا تھا، سرداری نظام نے مظلوموں کا جینا دوبھر کرر کھا تھا، الغرض اصنام پرستی، غیر اللہ سے مدد طلب کرنا، دامادی کے عار یا اخراجات برداشت نہ کرنے کے باعث بچیوں کو زندہ درگور کرنا، حقیر سی چیزوں پر سال ہا سال لڑتے رہنا اہل عرب کا شیوہ بن چکا تھا۔ بقول مولانا الطاف حسین حالی:

عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا　　پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا

یہ ایک حقیقت ہے کہ انتہائی گمراہ معاشرے کو صرف 23 سال میں مکمل طور پر تبدیل کرنا اور ایسی عوام کو دنیا کی ہدایت کا ذریعہ بنانا قرآن اور صاحبِ قرآن ہی کا خاصہ ہے۔ مولانا حالی مزید ایک جگہ لکھتے ہیں:

کبھی پانی پینے پلانے پہ جھگڑا کبھی گھوڑا آگے بڑھانے پہ جھگڑا [1]

سارا عرب معاشرہ انسانی اطوار واخلاق، خصائل وآداب، سیرت وکردار، اخلاص ووفاداری، اخوت ومحبت، الفت وہمدردی سے خالی تھا۔ علمی فقدان کا نتیجہ ہی تھا کہ معاشرہ خونخوار درندوں کے جنگل کا سامنظر پیش کر رہا تھا۔ نسلی تفاخر اور عصبیتوں کے غبار آلود فلسفے سے انصاف پسندانہ تعلیمات پردہ خفاء میں جا چکی تھیں۔ معمولی معمولی باتوں پر قبائل میں جنگوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ یہ وہ حالات تھے جن سے تنگ آکر ہر چھوٹا، بڑا، مرد، عورت، شاہ وگدا، پیر ومرید ایک ایسے قانون کا متلاشی تھا جو شرک کے مریضوں کو توحید کا جام پلا سکے۔ جو در در پر جھکی ہوئی جبینوں کو ایک رب کے سامنے جھکا سکے۔ ایک ایسے قانون کا خواہاں تھا جو انھیں انسانیت کی حدود میں واپس لوٹا سکے۔ ایسے عدل کو ترستا تھا جو ظالم کا ہاتھ روکے اور مظلوم کی مدد کر سکے۔ ایسے منصف مزاج کا طلب گار تھا جو قرابت کی سند کو ٹھکرا کر عدل وانصاف کا میزان قائم کر سکے۔ تب خالق کائنات نے اپنی لاریب کتاب قرآن نازل فرما کر انسانیت پر احسان عظیم فرمایا جس سے بکھری ہوئی آدمیت ایک بار پھر اخوت کے لازوال رشتے میں بندھ گئی۔ اللہ تعالیٰ اسی عداوت کے محبت میں بدل جانے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾(2)

(اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کی اُس نعمت کو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پس اس نے تمھارے دلوں میں محبت پیدا کی اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔)

جہالت نے ہر طرف معاشرے میں انارکی، نفرت اور عداوت پھیلا رکھی تھی۔ انسان سسک سسک کر زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے۔ کمزوروں کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ چند اہم جرائم جنھوں نے نظام زندگی کو غیر متوازن کر رکھا تھا، درج ذیل تھے۔

1۔ اصنام پرستی

نزول قرآن سے قبل انسانیت خدا پرستی چھوڑ کر صنم پرستی میں لگی ہوئی تھی۔ ایک خدا کے سامنے جھکنے والی جبینیں در در پر جھک کر اپنا تقدس کھو چکی تھیں۔ بیت اللہ میں 360 رکھ کر پوجا کی جاتی تھی[3]۔ ہر قبیلے کا اپنا خدا تھا جس سے وہ مصیبت کے وقت مدد مانگا کرتے تھے۔ اسی بت کو نفع اور نقصان کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ حاجت کے وقت اسی کے سامنے دست سوال دراز کیا جاتا۔ شیخ احمد خطیبہ جاہلی دور کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:

"أما كُفارُ أهلُ الجَاهِلِيةِ، عِبادُ الأوثَان وَالأصنَام، فَقَد سُئِلُوا مَن خَلَقَكُم؟ فَقَالُوا: الله، وَسُئِلَ بَعضُهُم: كَم تعبُدُ يَا فُلان؟ فَقَال: سَبعَة مِنَ الآلِهَة، وَاحِد فِي السمَآء، وَستة فِي الأرضِ، فَقِيل: مَن الذِي تَرجُوهُ لِنَفعك وَضَرك؟ قَالَ: الَذي فِي السمَآء"۔ (4)

(اور دور جاہلیت کے کافر بتوں کے پجاری تھے، پس ان سے پوچھا جاتا کہ تمھارا پیدا کرنے والا کون؟ تو کہتے اللہ، بعض سے پوچھا جاتا، فلاں! تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ تو وہ کہتا: سات خداؤں کی۔ ایک

جو آسمان میں ہے اور چھ جو زمین میں ہیں۔ اس سے کہا جاتا کہ تم کس سے نفع اور نقصان کی امید رکھتے ہو؟ تو کہتا: جو آسمان م ی ں ہے اس سے۔)

عقیدے کی اصلاح میں قرآن کا کردار

انسانیت کی ہدایت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے شروع ہو کر حضرت محمد ﷺ پر آکر مکمل ہوتا ہے۔ لگاتار مبعوث ہونے والے سارے انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا بنیادی پہلو عقیدہ توحید ہی تھا۔ ہر نبی نے اپنی امت کو اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات و اعمال میں ایک ماننے اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہرانے کی دعوت دی۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ ([5])

(اے لوگو! اس رب ک ی بندگی کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم (گرفت سے) بچ سک و۔)

قرآن مجید کے حکیمانہ انداز نے اہل عرب کو بت پرستی چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور دفعتاً عرب کے بت پرستوں کو شب زندہ دار بنا دیا۔ انھوں نے بت پرستی ترک کرتے ہوئے بتوں کے بخیے ادھیڑ دیے اور دیکھتے ہی دیکھتے بتوں سے مدد مانگنے والی قوم نہ صرف خود ایک خدا کے دروازے پر جھک گئی بلکہ توحید کی داعی بن گئی۔

2۔ بچیوں کو زندہ درگور کرنا

ابتدائے انسانیت سے آج تک نسلِ انسانی کے قتل کا سلسلہ جاری ہے، ہاں اس کی شکلیں بدلتی رہتی ہیں۔ موجودہ دور میں خاندانی منصوبہ بندی کے نام پر انسانیت کشی کی جارہی ہے، آئے روز قتل وغارت گری کے واقعات میڈیا کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ معصوم بچیوں کو زیادتی کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا جاتا ہے۔ جاہلی دور کی ستم ظریفی یہ تھی کہ والدین افلاس اور بھوک کے خوف سے اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ بعض جگہ دامادی کے عار اور خوف سے بیٹی کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا تھا۔ شیخ احمد خطیبہ اس بدترین ظلم کے متعلق لکھتے ہیں:

"كَانَ أهلُ الجَاهِلِيةِ يَقتُلُونَ بَنَاتِهِم خَشيَةَ الإنفَاق عَلَيهِن"۔ ([6])

(جاہلی دور کے لوگ اپنی بیٹیوں کو ان پر خرچ کرنے کے ڈر سے قتل کرتے تھے)

بعض جاہل والدین اپنی بیٹیوں کو معاشرے کا بے کار اور بے فائدہ عضو قرار دیتے تھے۔

وہ سمجھتے تھے کہ وہ مطلوبہ امور انجام نہیں دے سکتیں جو ایک لڑکا انجام دے سکتا ہے۔ اس وجہ سے وہ اولاد میں سے بچیوں کو قتل کر دیا کرتے تھے: ش ی خ عط ی ہ لکھتے ہ ی ں:

"فكَانُوا يَقتُلُونَ البَنَاتِ، وَيَقُولُون: نَقتُلُ البَنَات؛ لِأنِ بنت فُلَان عَمَلَت كَذَا وَلَا نُرِيدُ أن تَفعَل بَنَاتِنَا هٰذَا الشيء، وَهٰذَا فِي الظاهِر، وَلٰكِن الحَقِيقَةِ فِي البَاطِنِ أنهُم كَانُوا يَحتَاجُونَ إِلٰى الذكُور، كَانُوا يُرِيدُونَ ذُكُوراً لِأجل أن يَشتَغلُوا وَيَأتُوا بِالمَالِ، وَلكي تَغير القَبَائِل بَعضُهَا عَلٰى بَعض، فَهُم يُرِيدُونَ ذُكُوراً حَتى يُغَيرُوا عَلٰى القَبِيلَةِ الثانِية" ([7])

(وہ بیٹیوں کو قتل کرتے اور کہتے: ہم نے ب ی ٹ ی وں کو اس ل ی ے قتل ک ی ا کہ فلاں ک ی ب ی ٹ ی ی ہ ی ہ کام کرت ی ہے، ہم نہیں چاہتے کہ ہماری بیٹیاں بھی ایساویسا کریں، بظاہر ان کا جواب تو یہ ہوتا، لیکن پس پردہ حقیقت یہ ہوتی کہ وہ لڑکوں کے ضرورت مند تھے۔ وہ کام کاج کرنے اور مال کمانے میں لڑکوں کے محتاج ہوتے تھے، بعض قبائل بعض پر حملہ آور ہوتے، اس وقت انھیں دوسرے قبیلے پر ہلہ بولنے کے لیے لڑکوں کی ضرورت پڑتی۔)

ناحق قتل کی ممانعت

ایسی حالت میں اسلام نے انسانیت کو سب سے پہلا جو حق دیا، وہ زندگی کا حق تھا تاکہ کوئی کسی کو قتل کرکے زندگی کا چراغ گل نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلا تَقْتُلُوا أَوْلادَكُمْ مِنْ إِمْلاقٍ﴾(8)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَلا تَقْتُلُوا أَوْلادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ﴾(9)

(اور تم اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل مت کرو، انھیں اور تمھیں رزق ہم دیتے ہیں۔)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سزائیں وضع کیں تاکہ انسانیت قتل ہونے سے بچ سکے اور مظلوموں کے خون سے ظالموں کے ہاتھ رنگین نہ ہوں۔ سزاؤں کے نفاذ کا بنیادی مقصد بھی یہی تھا کہ انسانوں کے دلوں میں سزا کا رعب اور ہیبت ڈال کر انھیں جرم سے باز رکھا جائے۔ یہ صرف اسلام ہی کا اعجاز ہے کہ اس نے امیر وغریب، شاہ وگدا، بادشاہ ورعایا کو برابری کے حقوق دیے، ورنہ اسلام سے قبل

تو طبقاتی نظام رائج تھا۔ سزا کا حقدار صرف غریب ٹھہرتا تھا۔ طاقتور اور بالادست طبقے پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا تھا۔

3۔ ظلم وجبر

جاہلی دور میں اخروی زندگی کا کوئی تصور نہ تھا۔ کسی شخص کے ذہن میں طاقت و قوت اور مال و دولت کے متعلق جوابدہی کا احساس تک نہ تھا، اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ طاقتور نے طاقت کا غلط استعمال شروع کیا۔ مالدارنے دولت کے زور پر مقاصد کے حصول کی کوششیں کیں۔ شیخ احمد خطیبہ لکھتے ہیں:

"كَانَ أهلُ الجَاهِلِيةِ عَدَاة ظَالِمِينَ بغَاة، فَقَد كَانُوا يَفتَخِرونَ بِأنفُسِهِم أنهُم طَغَاة، هٰذَا مَنطِقُ أهلُ الجَاهِلِيةِ"(10)

(جاہلی دور کے لوگ سرکش، ظالم اور حد سے گزرنے والے تھے، ان کی فطرت یہ تھی کہ وہ اپنے سرکش ہونے پر فخر کیا کرتے تھے۔)

ظلم کا اخروی انجام

جب عرب کے اسی معاشرے میں قرآن کریم جیسی انقلابی کتاب نازل ہوئی تو اس نے عرب کے لوگوں کی کایا پلٹ کررکھ دی۔ اسلام نے انھیں سمجھایا کہ اگر کوئی دنیا میں ظلم کرکے آئے گا، آخرت میں اس سے حساب لیا جائے گا اور ظالم کی نیکیاں مظلوم کے اعمال میں ڈال دی جائیں گی۔ شیخ احمد خطیبہ لکھتے ہیں:

"فَلَما جَآءَ الإسلَام مَنعَ الظلمِ، فَالمُسلِمُ إذَا تَطَاوَلَ عَلٰى خَلقِ اللهِ يَأتِي بِهِ اللهُ يَومَ القِيَامَةِ فَيَأخُذُ مِن حَسَنَاتِه وَيُعطِيهَا لِمَن ظُلِم"(11)

(پس جب اسلام آیا تو ان کو ظلم سے روکا، پس اگر کوئی مسلمان کسی پر ظلم کرے گا تو قیامت میں اللہ تعالیٰ اس ظالم سے نیکیاں لے کر مظلوم کے سپرد کر دیں گے۔)

یوں اہل جاہلیت لوگوں پر ظلم ڈھا کر اپنے نامہ اعمال کو خراب کرنے کے بجائے بہتر بنانے کے لیے کوشاں ہوگئے اور ان میں ظلم وجبر، تشدد و وحشت کے بجائے ایثار اور قربانی کے جذبات بیدار ہوئے اور ان کی مثالوں سے تاریخ اسلام بلاشبہ بھری پڑی ہے۔

4۔ بدکاری

اہل عرب زمانہ جاہلیت میں باقی جرائم کی طرح بدکاری کا بھی ارتکاب کرتے تھے۔ اس جرم پر کسی کو منع بھی نہیں کیا جاتا تھا۔ ڈاکٹر احمد خطیبہ رقمطراز ہیں:

"لِأن أهلُ الجَاهِلِيةِ كَانَ عِندَهُمُ الزنَا شَيئاً عَادِياً، فَكَانَ الإنسَانُ يَذهَبُ وَيَزنِي سِراً أو عِلْناً، وَإن كَانَ الذِي يَزنِي عِلْناً يَقبَحُ نوعاً مَا، فَلَم يَكُونُوا يَنكِرُونَ عَلَى أحَد"(12)

(جاہلی دور کے لوگوں کے ہاں زنا عادی عمل تھا۔ پس ایک شخص چھپ کر اور علانیہ بدکاری کا ارتکاب کرتا۔ جو علانیہ بدکاری کا مرتکب ہوتا، اس کو کچھ برا سمجھا جاتا لیکن وہ کسی کو بھی منع نہ کرتے۔)

نکاح کی طرح فسق وفجور کی علانیہ دعوت دی جاتی تھی۔ شیخ محمد أحمد إسماعیل المقدم اپنی کتاب تفسیر القرآن الکریم میں لکھتے ہیں:

"وَكَانَ أهلُ الجَاهِلِيةِ إذَا خَطَب الرجُلُ المرأةَ قَال: أنكِحِينِي، فَإن أرَادَ الزنَا قَال: سَافِحِينِي، وَالمسَافَحَة: أن تَقِيم اِمرَأةَ مَعَ رَجُل عَلَى الفُجُورِ مِن غَيرِ تَزوِيج صَحِيح"(13)

(جاہلی دور میں جب مرد عورت کو نکاح کا پیغام دیتا تو کہتا: مجھ سے نکاح کر لو۔ اور جب صرف بدکاری کا ارادہ کرتا تو کہتا: سافحی نی :مسافحہ عرب ی م ی ں بغ ی ر نکاح ک ی جانے وال ی جنس ی تسک ی ن کو کہا جاتا ہے۔)

بدکاری کے ذرائع کو بند کرنا

اگر ہم زنا کی روک تھام میں قرآن کریم کا کردار سامنے رکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے مختلف طریقوں سے اہل عرب کو اس سے منع فرمایا۔ قرآن کریم نے پہلے تو عورتوں کو گھروں سے بلاضرورت باہر نکلنے سے منع کر کے پہلا پہرہ بٹھایا ہے تاکہ زنا کا دروازہ بند ہو سکے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الأُولَى﴾(14)

(اور تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جاہلیت کی عورتوں کی طرح اپنی زیب وزینت ظاہر نہ کرو۔)

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے واسطہ سے حکم دیا کہ وہ اہل ایمان کو اس قبیح جرم سے منع کریں اور زنا کو بے حیائی اور برائی قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلاَ تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾(15)

(اور تم زنا کے قریب مت جاؤ، وہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔)

بعد ازاں شریعت اسلامیہ نے زانی مرد و عورت کے لیے سزائیں مقرر کرکے انھیں اس جرم سے باز رکھنے کا اقدام کیا تاکہ دنیا میں امن باقی رہ سکے اور انسانی عزت اور حرمت بھی محفوظ رہے۔

5۔خواتین کو وراثت سے محروم رکھنا

اسلام سے قبل عورتوں اور بچوں کو وراثت سے محروم رکھا جاتا تھا۔ بالا دست سرپرست یتیموں اور مظلوموں کے مال پر قبضہ کرکے اپنے مال سے ملا لیتا تھا۔ علامہ ابن حجر العسقلانیؒ اسی ظالمانہ اور جابرانہ طرز زندگی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"عَن عَبدُ الرحمٰن بِن زَيد بِن أسلَم: كَانَ أهلُ الجَاهِلِيةِ لَا يُورِثُونَ النسَآء وَالصبيَان، وَيَأخُذُ الأكبَر وَحدَه المال"([16])

(عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ عورتوں اور بچوں کو وراثت میں حصہ نہ دیتے تھے، سارا مال بڑا دبوچ لیا کرتا تھا۔)

میراث کے مال میں تصرف کی ممانعت

جب اہل عرب کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی لاریب کتاب میں اس ظلم سے اجتناب کا حکم دیتے ہوئے وارثوں اور سرپرستوں کو تین احکامات جاری فرمائے۔

1۔ وہ یتیم بچوں کا مال ان کے سپرد کردیں۔

2۔ ان کے عمدہ مال کو اپنے ناکارہ مال سے تبدیل نہ کریں۔

3۔ ان کے مال و میراث کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھائیں۔

خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَآتُوا الْيَتَامَى أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا﴾([17])

(اور یتیموں کو ان کا مال حوالے کرو، اور ان کے عمدہ مال کو اپنے ناکارہ مال سے مت بدلو اور ان کے مال کو اپنے مال سے ملا کر مت کھاؤ، یقیناً یہ بڑے گناہ کا کام ہے)

حدیث میں ہے:

"مَاتَ عَبدُ الرحمٰن بِن ثَابِت أخُو حَسان وَتَرَكَ اِمرَأة يُقَالُ لَهَا: أم كجة وَتَرَكَ خَمس جَوَارِي فَجَاء الوَرَثَة فَأخَذُوا مَالَه، فَشَكت أمهُم ذٰلِكَ لِرَسُول الله صلی اللہ علیہ وسلم فَنَزَلَت آيَةَ المِيرَاث"([18])

(حضرت حسان کے بھائی عبدالرحمن بن ثابت فوت ہوئے اور بیوی چھوڑی جس کو ام کجہ کہا جاتا تھا، اور پانچ باندیاں چھوڑیں۔ پس وارث آئے اور سارا مال لے گئے، ان کی والدہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی اس پر آیت میراث نازل ہوئی)

"عَن أبِى مَالِك: كَانَتِ المَرأة فِى الجَاهِلِيةِ إذَا مَاتَ زَوجَهَا جَآءَ وَلِيه فَألقٰى عَلَيهَا ثَوباً فَإن كَانَ لَه اِبن صَغِير أو أخ حَبَسَهَا حَتى تَشِيبَ أو تَمُوت فَيَرِثُهَا"([19])

(ابومالک سے روایت ہے کہ جاہلیت کے دور میں جب عورت کا شوہر فوت ہوتا تو اس کا سرپرست آتا، وہ عورت پر کپڑا ڈالتا، اگر اس کا چھوٹا بیٹا یا بھائی ہوتے تو اسے روک لیتے یہاں تک کہ وہ بوڑھی ہوجاتی یا مرجاتی اور یہ وارث بن جاتے۔)

6۔ فکری اصلاح میں قرآن کا کردار

کسی بھی عمل میں فکر اور نظریے کا بڑا دخل ہوتا ہے بلکہ اسلام نے تو نظریاتی اصلاح کو عملی اصلاح سے مقدم رکھتے ہوئے عمل سے پہلے عقیدہ کی درستی کا حکم دیا ہے اور عمل کی خرابی کے باوجود فکری بنیادوں پر آدمی کے جنتی ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ عرب میں جہالت عروج پر تھی اس وجہ سے ان میں فکری غلطیاں بھی بے شمار تھیں۔ مثلاً ملائکہ کے متعلق غلط سلط نظریات اہل عرب میں مشہور تھے۔ عربوں کی اپنی چاہت کا عالم یہ تھا کہ خود اپنی حقیقی بیٹیوں کو زندہ درگو کرتے ہوئے اپنے لیے بیٹے پسند کرتے تھے لیکن بدنصیب قوم نے اللہ تعالیٰ کے لیے ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہہ کر غلط نظریہ قائم کررکھا تھا۔ شیخ ابراہیم قطان اسی فاسد نظریے کے بارے میں تیسر التفسیر میں لکھتے ہیں:

"اِن أهلُ الجَاهِلِيةِ يَزعُمُونَ اَن الملَائِكَةَ بَنَاتُ الله، وَقَد حَمَلَهُم هٰذَا الاِعتِقَاد عَلٰى أن يتخِذُوا تَمَاثِيلُ يَسُمونَهَا أسمَاء الأُنَاث، كَاللاتَ وَالعُزىٰ وَمَنَاةَ، وَيَرمَزُونَ بِهَا اِلَى الملَائِكَةَ التِي زَعمُوا اَنهَا بَنَاتُ الله"([20])

(جاہلی دور کے لوگوں کا خیال تھا کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، اس فاسد عقیدے نے انھیں اکسایا کہ وہ مورتیاں بنائیں اور انھیں عورتوں کے ناموں سے موسوم کریں، جیسا کہ لات، مناۃ، اوران ناموں سے ملائکہ، جن کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا، کی طرف اشارہ کریں)۔

قرآن کریم نے اہل عرب کے اس جھوٹے نظریے کی تردید کرتے ہوئے صاف طور پر واضح کیا ہے کہ فرشتے اللہ کی مخلوق ہیں۔ انھیں اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

﴿أَفَأَصْفَاكُمْ رَبُّكُم بِٱلْبَنِينَ وَٱتَّخَذَ مِنَ ٱلْمَلآئِكَةِ إِنَاثاً إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلاً عَظِيماً﴾([21])

(کیا تمھارے رب نے تمھارے لیے بیٹے منتخب کیے ہیں اور اپنے لیے فرشتوں کو بیٹیاں بنایا، یقیناً تم بہت بڑی بات کہہ رہے ہو۔)

قرآن مجید دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الجن والإنس إِلاَّ لِيَعْبُدُونِ﴾([22])

(اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اپنی عبادت کے لیے۔)

7۔ جاہلی شعراء کی ریشہ دوانیاں

زمانہ جاہلیت کے شعراء بھی معاشرتی پراگندگی میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ ان کا کام مخالفین پر کیچڑ اچھالنا اور انھیں ہدف تنقید بنانا ہوتا تھا۔ شیخ احمد خطیبہ انہی کے متعلق لکھتے ہیں:

"وَشُعَرَآءُ أهلُ الجَاهِلِيةِ كَانَ أحَدَهُم يَبتَدِئ القَصِيدَةَ بِالغَزلِ، وَيَتَكَلمَ فِي الفَخرِ، ثُم يَهجُو الخَصمِ وَيَتَكَلمَ فِي الشجَاعَةِ، وَيَأتِي بِأشيَآءِ عَجِيبَةِ، كَالمعَلقَات التِي كَانَت تَعلقَ فِي الكَعبَةِ، وَقَد قَالَهَا فَحولَ الشعَرَآء مِثلَ عَنتَرَةِ وَ عَمرو بِن كُلثُوم وَ طرفَةَ بِن العَبدِ وَ اَمرَؤُ القَيس، وَ قَد كَتَبَت بِمآءِ الذهَبِ، وَ عَلَقَت عَلَى الكَعبَة"([23])

(زمانہ جاہلیت کے شعراء قصیدے کی ابتداء غزل سے کرتے، فخریہ اشعار کہتے پھر مخالف کی برائی بیان کرتے اور شجاعت کا تذکرہ کرتے اور عجیب عجیب باتوں کا ذکر کرتے، وہ قصائد جو ان نامور شعراء جیسے عنترۃ، عمرو بن کلثوم، طرفہ، امراء القیس وغیرہ نے لکھے، سونے کے پانی سے لکھے گئے اور کعبہ میں لٹکائے جاتے تھے۔)

عرب کے شعراء اور عامۃ الناس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ انھیں مرنے کے بعد بھی یاد رکھا جائے۔ حتیٰ کہ بعض لوگ مرنے کے موقع پر بھاری رقوم اپنی موت پر نوحہ کرنے والوں کے لیے وقف کر کے جایا کرتے تھے اور اسی طرح کا حال اہل عرب کا تھا۔ شیخ احمد خطیبہ لکھتے ہیں:

"وَعَادَةَ أهلُ الجَاهِلِيةِ حُب الذِّكرُ فِي الحَيَاةِ وَ بَعدَ المَوتِ، وَ لِذٰلِكَ كَانُوا يُحِبونَ الشعَرَآء، وَ يُقَربُونَهُم؛ لِأنُهم بِزَعمِهِم سَيَخلُدُونَ أسمَاءهِم بَعدَ وَفَاتِهِم؛ لِذٰلِكَ كَانُوا يَغدُونَ عَلَى الشعَرَاء، فَإذَا قَالَ الشاعِرُ أبيَاتاً مِنَ الشعرِ يَمدَحَه فِيهَا أعطَاهُ مَالاً كَثِيراً عَلٰى هٰذَا الذِي يَقُولُ، لِأنه سَيَبقَى خَالِداً بَعدَ مَا يَمُوت بِهٰذِه الأشعَار"([24])

(اہل جاہلیت مرنے کے بعد بھی اپنے تذکرے کو بہت پسند کرتے تھے، اسی وجہ سے وہ شعراء کو پسند کرتے تھے اور ان کو قریب رکھتے تھے، کیونکہ جہلاء کے نظریے کے مطابق شعراء مرنے کے بعد بھی ہمیشہ لوگوں میں یاد رکھے جائیں گے، اسی وجہ سے وہ شعراء پر صبح پیش ہوتے، جب شاعر ان کی تعریف کرتے ہوئے شعر کہتا، تو اسے بہت سارا مال دیتے کیونکہ وہ ان اشعار کے ذریعے ہمیشہ کے لیے امر ہو جانا سمجھتے تھے۔)

شاعری کی شناعت میں قرآن کا کردار

قرآن کریم نے شعر کو پسند نہیں کیا اسی لیے اپنے نبی کے بارے میں صاف صاف کہہ دیا:

﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ﴾([25])

(ہم نے آپ کو شعر نہیں سکھائے، نہ یہ آپ کے شایان شان ہیں، یہ تو نصیحت اور کھلا ہوا قرآن ہے۔)

8۔ آباؤاجداد کی تعریفیں

ان سب کاموں کے ساتھ ساتھ شعرا اپنے آباءواجداد کی تعریفیں بھی کرتے۔

"اِن أهلُ الجَاهِلِيةِ اِذَا فَرَغُوا مِنَ الحَج ذَهَبُوا اِلٰى أسوَاق تَقَامَ فِي أمَاكِن مُختَلِفَة، وَشَغَلُوا أنفُسَهُم بِالتَفاخُرِ بِذِكرِ الآبَآءِ وَمَآثِرَهُم. هٰنَاكَ كَانُوا يَتَنَاشَدُونَ الأشعَارِ وَالخَطَب"([26])

(جاہلی دور کے لوگ جب حج سے فارغ ہوتے تو بازاروں کی طرف نکل جاتے، مختلف مقامات میں ٹھہرتے اور آباءواجداد کے تذکرے میں مشغول ہو جاتے، اشعار پڑھتے، تقریریں کرتے اور شراب پیتے۔)

﴿فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا﴾([27])

(پس جب تم حج کے ارکان ادا کر چکو، تو اللہ تعالیٰ کا ذکر اس طرح کرو، جس طرح آباءواجداد کا کرتے تھے یا اس سے بھی زیادہ)

قرآن مجید اس دور میں نازل کیا گیا جب یونانیوں کا طب اور فلسفہ، ہندوستانیوں کا علم ریاضی، مصریوں کی کہانت اور کلدانی ہیئت اپنی قدر و قیمت کھو چکی تھی۔ ہاں یہ وہی دور تھا جس میں کمزور طبقوں پر طرح طرح کی قیودات عائد کر کے انھیں علم سے دور رکھا جاتا تھا اور ہر وڈیرا یہ سمجھتا تھا کہ ماتحت طبقے کے لوگوں کو علم کی دولت سے بہرہ ور کرنا اپنی طاقت کو ان کی طرف منتقل کرنا ہے اس لیے وہ ان کے

کانوں میں ایک علمی لفظ کے پڑ جانے پر سیسہ پگھلا کر ڈالا کرتے تھے۔ ہاں یہ اسی دور کی ایک کڑی ہے جس کے تحت برہمن شودروں کو اپنی غلامی کے لیے پیدا کیے گیے ایک حیوان سے زیادہ کا درجہ نہ دیتے تھے اور نہ اب دیتے ہیں۔ یہ وہی دور تھا جس میں مخصوص طبقے کے علاوہ کسی کو علم کا اہل نہ سمجھا جاتا تھا او رعلم کا شوق رکھنے والوں کی گردنیں ماردی جاتی تھیں۔ کوپرنیکس اور گلیلیو جیسے نابغہ روزگار فضلاء انہیں پوپوں کے ہاتھوں تباہ ہوئے تھے۔ ہائی پیشیا جیسی اعلی صلاحیتوں کی مالک خاتون کو اسکندریہ کے روڈوں پر خاک وخون میں تڑپا دیا گیا تھا۔ مگر کتاب ہدایت نے قوموں کی تقادیر بدل ڈالیں۔ قرآن نے درج ذیل اقدامات سے معاشرے پر گہرے اور انمٹ نقوش چھوڑے۔

1۔ علم کا فروغ

علم انسانی ہدایت کا ذریعہ ہے جس کے حصول کا پہلا حکم ہی پہلی وحی میں دیا گیا۔ اسی وجہ سے علم کو اہل ایمان کا ورثہ کہا جاتا ہے اور اسی علم کے حصول کے لیے حضور ﷺ کے دور میں صحابہ کرام نے مختلف طریقوں سے یہودی علماء سے سابقہ کتب اور لغات کا علم بھی حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلا حکم حصول علم کا اسی لیے دیا کہ اگر ان میں علم آگیا تو یہ شرک، بت پرستی، تفرقہ بازی، ظلم وجبر، تشدد، ناانصافی، حرام خوری، رشوت اور بدکاری چھوڑ دیں گے۔ غزوہ بدر کے بعد جب قیدیوں سے فدیہ لے کر چھوڑنے کی بات آئی اور بعض قیدیوں کے پاس فدیہ کے لیے رقم نہ تھی تو ان سے کہا گیا کہ آپ میں سے جو لکھنا پڑھنا جانتے ہیں ان میں سے ہر ایک مسلمانوں کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائے۔

28

2۔ متبادل کا تصور

دنیا کا اصول ہے کہ جس چیز سے انسان کو روکا جائے، وہ اس سے اس وقت تک نہیں رکتا، جب تک کہ اس کو متبادل راستہ نہ فراہم کر دیا جائے۔ قرآن مجید نے انسان کو اس کی صلاحیت کے صحیح مصرف سے آگاہ کیا اور جب بھی کسی چیز سے روکا تو اس کا متبادل ضرور بتلایا۔ مثلاً شرک سے روکا تو توحید کا درس دیا۔ کذب بیانی سے روکا تو سچ کا درس دیا۔ ظلم سے روکا تو عدل وانصاف کا درس دیا۔ جھگڑوں اور فسادات سے روکا تو حسن سلوک اور صلہ رحمی کا درس دیا۔ بچوں کو قتل کرنے سے منع کیا تو ان کی تربیت کو جنت میں داخلے کا موجب قرار دیا۔ بت پرستی سے روکا تو خدا پرستی پر لگا دیا۔ قرآن کریم کی اس کردار سازی کے باعث بچیوں کو زندہ در گور کرنے والے ان کے محافظ بن گئے۔ معمولی باتوں پر لڑنے جھگڑنے والے ایثار کا مظاہرہ کرنے لگے۔ حتیٰ کہ خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی بھوکے رکھ کر مہمان کو کھانا کھلانا باعث نجات سمجھنے لگے۔ حقوق غصب کرنے والے حقوق کے محافظ اور نگہبان بن گئے۔ اس کے نتیجے میں قرآن نے ان لوگوں کو رہتی دنیا کے مسلمانوں کے لیے ایمان کا معیار قرار دیا۔

3۔ قرآن کا بطور دین متعارف ہونا

اگر ہم اسلام سے قبل سابقہ ادیان کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت محدود علاقے، محدود وقت اور محدود پہلوؤں پر مشتمل ہوتی تھی جبکہ آنحضرت ﷺ کو

آفاقی دین دے کر بھیجا گیا۔ آپ ﷺ کی تعلیم زندگی کے تمام پہلوؤں کو محیط ہے۔ قرآن کریم آپ کی نبوت کی ہمہ گیریت اور جامعیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ﴾([29])

(ہم نے آپ کو جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔)

آپ کی نبوت و رسالت سے قبل اسلام بطور دین لوگوں میں متعارف نہ تھا۔ دین پر عمل کرنے کو موجب ثواب اور نہ کرنے کو موجب عقاب نہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ اسلام کا اعجاز ہے کہ اس نے سب سے پہلے انسانیت کو دستور العمل دیا کہ اگر تم نے زندگی گزارنی ہے تو صراط مستقیم کے مطابق گزارنے پر جنت کے حقدار ٹھہرو گے اور راہ سے بھٹک جانے کی صورت میں مجرم قرار پاؤ گے۔

4۔ انسانی تقدس کو بحال کرنا

قرآن سے قبل انسانی عظمت روبہ زوال تھی۔ معمولی باتوں پر لڑ جھگڑ کر قتل کر دینا معمولی سی بات سمجھا جاتا تھا۔ جزاء اور سزاء کا تصور ناپید تھا، کیونکہ معاشرے کے کمزور افراد سے جرم صادر ہو جاتا تو انھیں سزا ملتی اور اگر طاقت ور اور بالا دست طبقات سے جرم کا صدور ہوتا تو انھیں سزا سے بری قرار دیا جاتا۔ الغرض سزاؤں کے عدم نفاذ کے باعث معاشرہ حیوانوں کا جنگل بن چکا تھا۔ معاشرتی ناہمواریوں کی وجہ سے مظلوم طبقہ ایسے قانون کا متلاشی تھا جو ظالم کا ہاتھ ظلم سے روک کر داد رسی کرے۔ تب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرما کر حکم نازل فرمایا:

﴿وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَ الْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾([30])

(اور ہم نے ان کے لیے اس (تورات) میں یہ لکھ دیا تھا کہ بیشک جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بھی اسی طرح بدلہ ہے۔ پس جو اس کو معاف کر دے وہ اس کے لیے کفارہ ہو جائے گا اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے مطابق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ ہی ظالم ہیں)۔

5۔ جوابدہی کا احساس بیدا کرنا

قرآن نے بنی نوع انسانوں کی کردار سازی اور اعمال کی بہتری کے لیے آخرت کی جوابدہی کا احساس بھی اجاگر کیا ہے تاکہ معاشرے کا ہر فرد آخرت کے عذاب کے خوف سے اپنے اعمال کو بہتر بنائے۔ اسلام نے ایک انسان کو باور کرایا ہے کہ:

﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى﴾([31])

(اسی سے ہم نے تمھیں پیدا کیا، اسی میں تم نے لوٹ کر جانا ہے اور اسی سے ہم تمھیں دوسری مرتبہ نکالیں گے۔)

آخرت میں اعمال کے وزن اور ترازو کے لگائے جانے کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ﴾([32])

(اور ہم قیامت کے روز انصاف کے ایسے ترازو رکھیں گے کہ کسی بھی جان پر ذرہ برابر کوئی ظلم نہیں ہونے پائے گا اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کسی کا کوئی عمل ہو گا تو ہم اس کو بھی لا حاضر کریں گے اور ہم کافی ہیں حساب لگانے والے۔)

لیکن بد قسمتی سے اس زمانہ میں اسی کتاب کو قابل اعتراض قرار دے کر اہل کفر کی طرف سے آگ لگائی جاتی ہے۔ یورپ کے ایک غلیظ پادری ٹیری جونز کی طرف سے قرآن کریم کے جلائے جانے کا واقعہ امت مسلمہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ظالم اورانتہاء پسند پادری ٹیری جونز نے اعلان کیا 20مارچ 2011ء کو قرآن پر دہشت گردی کا مقدمہ قائم ہو گا، قرآن کو جلانے، فائرنگ سکواڈ سے اڑانے اور پھاڑنے کا ف ی صلہ ہو گا۔ بعد ازاں قرآن مجید کو جلاء کر اپنے خبث باطن اور مسلمانوں سے نفرت کا کھلا ثبوت پیش کر دیا گیا۔ پھر جلائے جانے پر دلیل یہ دی ہے کہ اسے قرآن پر اعتراضات ہیں۔ آیئے تاریخ کے آئینے میں ہم اپنے قارئین کو یہ بتاتے چلیں کہ قرآن جب نازل نہیں ہوا تھا یا قرآن مجید کی روشنی یورپ کے گندے معاشرے اور بدبودار تہذیب تک نہ پہنچی تھی تو اس وقت اس کی حالت کیا تھی؟ اور کیا واقعی قرآن کریم ان کے لیے راہ نجات اور نور ہدایت نہ تھا؟

آج کا مسلمان مغربی سائنسی تحقیقات، مغربی آسودہ حالی ورنگینی، انوکھی فلسفیانہ تحقیقات، اعلٰی طبی مہارت سے متاثر ہو کر شاید یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ یورپ میں ہمیشہ یہی حالت رہی ہو گی اور آج کے مسلمانوں کے حالات دیکھ کر سمجھتا ہے کہ اسلامی ممالک ہر دور میں اسی طرح اخلاقی، تہذیبی، تمدنی، معاشرتی، اقتصادی اصولوں سے خالی رہے ہوں گے۔ ہر گز نہیں! پہلے تو یورپ ظلم و بربریت،

جبر و تشدد، ستم گری اور چیرہ دستی کا مرکز تھا۔ اس کے باسی جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ ایسے حالات میں قرآن کریم سے راہنمائی حاصل کرتے ہوئے اہل یورپ نے اپنی زندگیوں میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کیں۔ ایسے حالات میں اہل اسلام سے قرآن کریم یہ تقاضا کرتا ہے کہ مسلمان قرآن کریم سے تمسک کرتے ہوئے اپنی زندگیاں بہتر بنائیں اور عمل بالقرآن سے اہل باطل کے شبہات کا جواب دیں۔

6۔کردار کی تبدیلی

قرآن جس معاشرے میں آیا وہ ظلم و جبر اور تشدد وہٹ دھرمی پر مبنی تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ دن ی ا سے رخصت ہوئے تو اہل عرب کی عادات واطوار تبدیل ہو گئی تھیں، جب اسلام کی پہلی کھیپ معرض وجود میں آئی تو ان سے بتقاضہ بشریت غلطی ہوئی تو انھوں نے اپنے آپ کو فوری طور پر سزا کے لیے پیش کر کے ثابت کیا کہ اب وہ پہلے سے بدل چکے ہیں۔ ان کی زندگیوں پر قرآن کے گہرے اور انمٹ نقوش موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ سے جب جرم کا ارتکاب ہوا تو وہ آخرت کے عذاب کے ڈر سے فوراً گھبرا کر بارگاہ نبوت میں پہنچ کر سزء برداشت کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

"عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الأَنْصَارِيِّ: «أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ، أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثَهُ أَنَّهُ قَدْ زَنَى، فَشَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ، فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَ، وَكَانَ قَدْ أُحْصِنَ"([33])

(حضرت جابر سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کا ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اور گویا ہوا کہ مجھ سے بدکاری ہوئی ہے، اس نے اپنے خلاف چار شہادتیں دیں، آپ نے حکم دیا اور اس کو رجم کیا گیا اور وہ شادی شدہ تھا۔)

7۔ فکری تربیت کی تصدیق

قرآن نے اصحاب رسول کی خوب فکری اصلاح کی اور آپ ﷺ نے ان کی فکری اصلاح کی مکمل تصدیق بھی فرمائی ہے۔ صحیح مسلم میں مفصل روایت موجود ہے جس کے مطابق آپ ﷺ کے پاس لوگ اسی طرح تشریف لائے اور حضرت ماعز کے متعلق بعض لوگوں نے کچھ نامناسب الفاظ کا استعمال کیا۔ تب زبان نبوت نے فرمایا:

"فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ"([34])

(آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ماعز نے ایسی توبہ کی اگر امت میں تقسیم کر دی جائے تو ان کی جانب سے کفایت کر جائے)

نتائج مقالہ

تحقیق سے حاصل ہونے والے نتائج درج ذیل ہیں:

1) نزول قرآن سے قبل دو پاؤں پر چلنے والے اس ڈھانچے پر انسان کا لفظ بھی بولا جانا انسانیت کی توہین تھا۔ لیکن قرآن مجید نے اسے دنیا میں رہنے کا سلیقہ سکھایا اور انسانیت کی زندگی میں وہ انقلاب پیدا کیا جس نے اسے عروج اور بلندیاں عطا کیں۔

2) قرآن کی واضح ہدایات پر عمل کر کے ہی ایک شخص زندگی کی حقیقت سے آگاہ ہو سکتا ہے۔ قرآن کے بغیر زندگی کے ایام گزارنا محض حیوانیت ہے۔

3) قرآن مجید سے جن لوگوں کا مربوط رشتہ ہوا وہ اوج ثریا تک پہنچے اور قرآن چھوڑنے والے ہمیشہ ذلت اور رسوائی سے دوچار ہوئے اگرچہ انھوں نے ظاہری ترقی کی منازل طے کر لی ہوں۔

4) احساس جوابدہی اور انسانیت کی خدمت کے جو جذبات قرآن تعلیم نے انسان میں بیدار کیے، قرآن کے علاوہ کوئی کتاب ان نظریات کو آدمی میں پیدا نہیں کر سکتی۔

حوالاجات:

[1]۔ مسدس حالی، مولانا الطاف حسین حالی، مکتبہ اسلامیات 19۔ انار کلی لاہور، ص 25۔

[2]۔ (آلعمران 3: 103)

[3]۔ فتح الباري شرح صحيح البخاري، أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي، ج 6، ص 151، الناشر: دار المعرفة - بيروت، 1379

[4]۔ تفسیر الشیخ أحمد حطیبة، الشیخ الطبیب أحمد حطیبة، دار الفکر، بیروت، جلد 7، ص 357۔

[5]۔ البقرة: 21۔

[6]۔ تفسیر الشیخ أحمد حطیبة، جلد 6، ص 122۔

[7]۔ تفسیر الشیخ أحمد حطیبة، جلد 9، ص 432۔

[8]۔ [الأنعام: 151]

[9]۔ [الإسراء: 31]

[10]۔ تفسیر الشیخ أحمد حطیبة، الشیخ الطبیب أحمد حطیبة، جلد 6، ص 424

[11]۔ ایضاً جلد 6، ص 424

[12]۔ ایضاً، جلد 2، ص 273

[13]۔ تفسیر القرآن الکریم، محمد أحمد إسماعیل المقدم، جلد 7، ص 32

[14]۔ [الاحزاب: 33]

[15]۔ الاسراء: 32

[16]۔ العجاب في بیان الأسباب، أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: 852ھ)، جلد 2، ص 285، دار ابن الجوزي

[17]۔ النساء [الآیة: 2]

[18]۔ العجاب في بیان الأسباب، أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: 852ھ)، جلد 2، ص 286۔ دار ابن الجوزي

[19]۔ ایضاً جلد 2، ص 284۔

[20]۔ تیسیر التفسیر، إبراهیم القطان (المتوفى: 1404ھ)، جلد 1، ص 341۔

[21]۔ الإسراء: 40

[22]۔ الذاریات: 56

[23]۔ تفسیر الشیخ أحمد حطیبة، الشیخ الطبیب أحمد حطیبة، جلد 7، ص 143

[24]۔ تفسیر الشیخ أحمد حطیبة، الشیخ الطبیب أحمد حطیبة، جلد 3، ص 459۔

[25]۔ یٰسین: 69

[26]۔ تیسیر التفسیر، إبراهیم القطان (المتوفى: 1404ھ) جلد 1، ص 111

[27]۔ سورۃ البقرۃ: 200

[28]۔ ملاحظہ ہو: تفسیر مقاتل بن سلیمان، أبو الحسن مقاتل بن سلیمان بن بشیر الأزدي البلخی (المتوفى: 150ھ) ج 2، ص 129، الناشر: دار إحیاء التراث - بیروت، الطبعة: الأولى - 1423 ھ۔

[29]۔ الانبیاء: 107

[30]۔ المائدۃ: 45

[31]۔ سورۃ طہٰ: 55

[32]۔ الانبیاء: 47

[33]۔ الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول الله صلی الله علیه وسلم وسننه وأیامه، محمد بن إسماعیل بخاری، جلد 8، ص 165۔ دار طوق النجاۃ، الطبعة: الأولى، 1422ھ۔

[34]۔ المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلی الله علیه وسلم، مسلم بن الحجاج النیسابوري (المتوفى: 261ھ)، دار إحیاء التراث العربي - بیروت